فل ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب

٧٨٦

چوں نص بالا دال است بر توقف تذکر و منہ التصوف بر حصول لب

اعنی بہ العلم والتعرف۔ پس برائے تکمیل ایں ضرورت رسالہ

٥٦٣

التکشف عن مہمات التصوف

کہ ہم ذریعۂ تکرم ست باین فن و تشرف، و ہم مزیل خشونت است ورے تقشف

از افادات حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ فی ظلہ عن

التلہف والتأسف

حسب فرمائش محمد عثمان غفر اللہ الرحمن مالک کتبخانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

اطلاع: کتبخانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے جملہ تصانیف حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی ملتی ہیں۔

مذمومہ کہتے ہیں دوسری باوجود کثرت علوم وواردات کے (جسکو بعضے توالی تجلیات کہتے ہیں)۔ بوجہ عدم احاطہ
حقائق واسرار کے اسکو حیرت محمودہ کہتے ہیں۔

معانی عینیت وغیریت در اصطلاحات مختلفہ

نے چناں حیران کہ پشتش سوئے اوست	بل چنیں حیران غرق مست دوست
آں یکے را روئے او شد سوئے دوست	ایں یکے را روئے او خود روئے اوست

روئے یعنی توجہ یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ عارف حیران رہتے ہیں سو وہ ایسے شخص کی طرح حیران نہیں ہیں جسکی پشت
دوست کیطرف ہو یعنی حق تعالی سے غافل ومحجوب ہو بلکہ وہ ایسے حیران ہیں کہ علوم الٰہیہ میں مستغرق اور مست
ہیں مطلب یہ کہ انکی حیرت مذموم نہیں بلکہ محمودہ ہے اسکے بعد حیرت محمودہ کے دو مرتبے بتلاتے ہیں کہ ایک
حیرت زدہ وہ ہے کہ اسکی توجہ دوست (حضرت حق) کی طرف ہے دوسرا وہ ہے کہ اسکی توجہ عین دوست کی توجہ
ہے مطلب یہ کہ حیرت محمودہ میں بعض کو تو استغراق کم ہوتا ہے کہ اپنے سے بیخود نہیں ہوتے اور حضرت حق کی طرف بھی
توجہ رکھتے ہیں بعض ایسے مستغرق ہوجاتے ہیں کہ انکی صفت توجہ بھی نہیں رہتی بلکہ توجہ حق میں فنا ہوجاتی ہے کیونکہ
بیخودی میں ظاہر ہے کہ کسی قسم کی خبر نہیں رہتی **ف** چونکہ روئے او خود روئے اوست سے عینیت مفہوم ہوتی ہے اور
اس میں بہت لوگ غلطی کرتے ہیں اسلئے اسکی تحقیق مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ عینیت وغیریت دو لفظ متقابل ہیں اور مختلف اوضاع سے تین معنی پر ان کا اطلاق آتا ہے معنی اول
عینیت کے یہ کہ دو مفہوموں کا مصداق من کل الوجوہ ایک ہونا یعنی دو چیزوں کا ہر طرح سے ایک ہونا کہ ان میں کسی
قسم کا فرق نہ ہو جیسے انسان اور حیوان ناطق یا زید اور ذات زید کہ ان میں اصلا تغائر نہیں اور غیریت یہ کہ ان دونوں
میں کسی قسم کا تغائر اور امتیاز ہو یعنی فرق ہونا اس تفسیر پر عینیت وغیریت میں باہم تناقض ہے جس سے ان دونوں
کا ایک محل میں جمع ہونا بھی محال ہے اور دونوں کا کسی محل سے مرتفع ہونا بھی محال ہے اور متبادر معنی عینیت
وغیریت کے یہی ہیں اور یہی معنی لغوی ہیں اور اسی میں اکثر عرفاً استعمال ہوتا ہے اور اکثر اہل معقول بھی یہی مراد لیتے
ہیں اس تفسیر کے اعتبار سے کوئی شئے موجود خواہ وہ حادث ومخلوق ہو جیسے تمام زمین وآسمان کی چیزیں یا قدیم وغیر مخلوق
ہو جیسے صفات باری تعالی کی عین ذات باری تعالی کی نہیں مخلوقات کا عین نہ ہونا تو باتفاق اہل نقل وعقل ہے اور
صفات کا عین نہ ہونا صرف جمہور اہل سنت کے نزدیک ہے بخلاف حکماء واہل اعتزال کے کہ صفات کو عین ذات
کہتے ہیں اور ظاہر قرآن اہل سنت کی تائید کرتا ہے کیونکہ جا بجا اللہ تعالی نے اپنے کو علیم اور حکیم وسمیع بصیر فرمایا ہے جسکے
معنی ذی علم وذی حکمت وذی سمع وذی بصر ہیں اگر علم وحکمت وسمع وبصر عین ذات ہوتیں تو ذی علم وذی حکمت وغیرہ
کے معنے ذو نفسہ ہونے اور یہ محض بے معنی ہے بس ظاہر قرآن وحدیث سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ صفات زائد
علی الذات ہیں جب اس تفسیر کے اعتبار سے کوئی شئے عین ذات حق نہیں تو سب ممکنات وصفات غیر ذات ہونگے

معنی ثانی عینیت کی تو وہی تفسیر لیجاوے اور غیریت کے یہ معنی ہوں کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا بدون
دوسرے کے موجود ہو سکنا (جواز الانفکاک بین الشیئین ولو من جانب واحد وبعبارۃ اخری عدم التلازم
بین الشیئین) اس تفسیر پر عینیت وغیریت میں باہم تناقض تو نہیں مگر تضاد ہے یعنی دونوں ایک
محل پر صادق نہیں آسکتے مگر دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں جیسے شان متضادین کی ہوتی ہے اور یہ اصطلاح
متکلمین کی ہے اس تفسیر کے اعتبار سے بھی ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت نہیں ہے جیسا اوپر گذرا
بلکہ غیریت ہے کیونکہ غیریت کے معنی تھے کسی ایک کا بدون دوسرے کے موجود ہو سکنا گو دوسرا بدون اس
ایک کے موجود نہ ہو سکے تو گو مخلوقات بدون باری تعالیٰ کے موجود نہیں ہو سکتی لیکن باری تعالیٰ تو بدون
مخلوق کے موجود ہو سکتے ہیں اور واقع میں قبل ایجاد خلق کے موجود تھے اور مخلوق کو فنا کر کے بھی موجود
رہیں گے پس غیریت کے معنے متحقق ہو گئے سو حضرت حق و خلق میں عینیت کی نفی اور غیریت کا ثبوت
ہو گیا لیکن ذات حق اور صفات میں اس تفسیر پر نہ عینیت ہوئی نہ غیریت عینیت تو اسلئے نہ ہوئی کہ اسکے
معنے تھے دو چیزوں کا بالکل ایک ہونا اور جب صفات زائد علی الذات ہیں جیسا اوپر بیان ہوا تو عینیت
کہاں ہوئی اور غیریت اسلئے نہ ہوئی کہ یہاں ذات اور صفات دونوں میں سے ایک بھی ایسی چیز نہیں کہ بدون
دوسرے کے اس کا پایا جانا ممکن ہو صفات تو بدون ذات کے اسلئے موجود نہیں ہو سکتیں کہ یہ صفات
تحقق میں تابع ہیں اور ذات متبوع اور تابع کا وجود بدون متبوع کے محال ہے اور ذات بدون صفات
کے اسلئے نہیں پائی جا سکتی کہ ذات کا خالی ہونا صفات کمال سے لازم آتا ہے اور وہ محال ہے پس ہر ایک
دوسرے کے لئے مستلزم ہوا اسلئے غیریت بھی نہ ہوئی پس عینیت و غیریت دونوں مرتفع ہو گئیں یہی معنی ہیں
متکلمین کے اس قول کے (ہی لا عینہ ولا غیرہ) معنی ثالث عینیت کے معنی ہیں ایک شئی کا دوسری شئی کی
طرف محتاج فی الوجود ہونا گو وہ دوسری شے اس پہلے کی محتاج نہ ہو اور غیریت کے وہ معنی ہیں جو معنی اول میں
مذکور ہوئے ہیں یعنی ان دونوں شے میں کسی قسم کا تغایر و امتیاز و فرق ہونا اور اس تفسیر پر عینیت و غیریت
میں نہ باہم تناقض ہے اور نہ تضاد بلکہ دونوں کا جمع ہونا ایک محل میں ممکن ہے مثلاً زید اور اس کے صفات کہ
صفات بدون زید کے نہیں پائے جاتے اسلئے عینیت صادق آئی اور دونوں باہم ممتاز بھی ہیں اس لئے
غیریت صادق آئی اور یہ اصطلاح حضرات صوفیہ کرام کی ہے اس تفسیر کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ اور
مخلوقات میں عینیت بھی ہے کیونکہ مخلوقات ذات باری تعالیٰ کی محتاج ہے گو ذات باری تعالیٰ احتیاج سے
مبرا ہے اور غیریت بھی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں لاکھوں طرح کے فرق ہیں ہر چند کہ اس
معنی ثالث کے اعتبار سے صوفیہ تمام مخلوقات کو عین باری تعالیٰ کہتے ہیں اس میں کسی سالک عارف کی تخصیص
نہیں مگر بعض اوقات اس تفسیر میں ایک قید اور بھی بڑھاتے ہیں یعنی اس احتیاج الخلق الی الحق کا علم و معرفت
بھی حاصل ہو اس معنی مقید کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں سے صرف عارف کے لئے عینیت کا اثبات

کرتے ہیں کہ اُسکو معرفت ہے دوسری مخلوقات اس عرفان سے خالی ہے پھر بعض اوقات اس قید پر ایک قید اور بڑھاتے ہیں یعنی اس معرفت میں اسقدر استغراق ہو کہ خود مخلوق حتیٰ کہ اپنی ذات اور ہستی کی طرف بھی التفات نہ رہے اس قید کے اعتبار سے تمام عارفین پر بھی عینیت صادق نہ آویگی بلکہ اُنمیں سے جو استغراق تام رکھتے ہیں وہی اسکے مصداق ہونگے اس تقریر پر عینیت و غیریت کی کل پانچ تفسیریں ہوئیں اور مولانا نے رومی او خود رو ی دوست میں سب سے اخیر کے معنی مراد لیے ہیں۔

علامات شیخ کامل

کار مردان روشنی و گرمی ست	کار دونان حیله و بی شرمی ست

روشنی سے مراد نور ایمان و عرفان گرمی سے مراد گرمی عشق اس میں اشارہ ہے شیخ کامل کی پہچان کی طرف کہ اُنکے یہ صفات ہیں (معرفت اور عشق) اور جو کمینے یعنی جھوٹے ہیں اُنکی عادت حیلہ و بیحیائی ہے **ف** مولانا نے شیخ کامل کے علامات اجمالاً بیان فرمائی ہیں راقم اس کی تفصیل کرتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ جس طرح مرض ظاہری کے علاج کے لیئے ایسے طبیب کی ضرورت ہے جو خود بھی صحیح و تندرست ہو مریض نہ ہو اور دوسروں کا علاج بھی کر سکے کیونکہ اگر مریض ہے تو مسئلہ طبیہ ہے کہ العلیل علیل گو وہ طبیب ہو مگر اُسکی رائے قابل اعتماد نہیں اور اگر وہ صحیح و تندرست ہے مگر علاج کا طریقہ نہیں جانتا تب بھی اس مریض کے مطلب کا نہیں گو خود اچھا ہے۔ اسی طرح امراض باطنی کے علاج کے لیئے ایسے شخص و مرشد کی حاجت ہے جو خود بھی متقی و صالح ہو مبتدع و فاسق نہ ہو اور دوسروں کی بھی تکمیل کر سکے کیونکہ اگر بدعقیدہ و بدعمل ہے تو اولاً اُسپر یہ اطمینان نہیں کہ یہ خیرخواہی سے تعلیم کرے گا بلکہ غالب تو یہی ہے کہ عقیدہ میں اپنا ہمخیال بنانے کی کوشش کرے گا اور عمل میں اسکو اس لیے نصیحت نہ کر سکے گا کہ خود عامل نہیں یہی خیال ہو گا کہ اگر نصیحت کروں گا یہ شخص اپنے دل میں کیا کہے گا بلکہ غالب یہ ہے کہ خود بہانے کو اپنی بدعملی کو تاویل سے درست کرنا چاہے گا تو اس میں بڑی گمراہی کا اندیشہ ہے ثانیاً اُسکی تعلیم میں انوار و برکات ذاتیہ و امداد غیبی نہ ہوگی اسی طرح اگر متقی و صالح تو ہو مگر تربیت باطنی کا طریقہ نہ جانتا ہو تو وہ بھی طالب کی رفع ضرورت نہیں کر سکتا اور جس طرح طبیب ظاہری کا طبیب ہونا ان علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ علم طب پڑھا ہو کسی طبیب کامل کے پاس مدت معتدبہ تک مطب کیا ہو سمجھدار لوگ اُسکی طرف رجوع ہوں اُسکے ہاتھ سے لوگ شفایاب بھی ہوتے ہوں اسی طرح طبیب باطنی یعنی شیخ کے شیخ ہونے کی علامات یہ ہیں کہ کسی کامل کی خدمت میں مدت تک مستفید ہوا ہو اہل علم و اہل فہم اُسکو اچھا سمجھتے ہوں اور اُسکے طرف رجوع کرتے ہوں اُسکی صحبت سے محبت الٰہی کی زیادتی اور محبت دنیا کی کمی قلب میں محسوس ہوتی ہو اُسکے پاس رہنے والوں کی حالت روزبروز درست ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہو یہ شخص اس قابل ہے کہ اس کو